ڈاکٹر نزہت عباسی

استاد شعبۂ اردو

گورنمنٹ عبداللہ کالج برائے خواتین، کراچی

سرسیّد تحریک کے ابتدائی خواتین ناول نگاروں پر اثرات

ABSTRACT

Influence of Sir Syed on Urdu's early women novelists
By Dr. Nuzhat Abbasi, Department of Urdu, Abdullah Govt college for women, Karachi.

The all-embracing impact of Sir Syed Ahmed Khan's movement are evident on all the genres of Urdu, especially on Urdu fiction. Moulvi Nazeer Ahmed Dehlvi and Allama Rashil-ul-Khairi are the two novelists who were much inspired by him. Nazeer Ahmed was the first ever Urdu novelist who fought for the cause of feminist interesrs. Some of the women novelists of Urdu who were inspired by Sir Syed got their fiction published under pen-names as women were not supposed to write fiction in those days.This paper analyses Urdu's early women novelists from this point of view.

سرسید احمد خان کی تحریک ہندوستان کے دورِ بیداری کا ایک اہم حصہ تھی۔ جس نے مسلمانوں کو حالات کا ساتھ دینا، وقت کے تقاضوں کو سمجھنا اور مایوسی کے چنگل سے نکلنا سکھایا تھا۔ ان کی اصلاحی تحریک نے طرزِ کہن پر اَڑنے اور تعلیم نو سے ڈرنے سے مسلمانوں کو بچایا تھا۔ سرسید کی اصلاحی تحریک کے اہم مقاصد میں مسلمانوں میں تعلیم کا شعور پیدا کرنا، اسلامی اقدار کی بقا واحیا، مسلمانوں کی تہذیب وثقافت کی حفاظت اس کا ارتقا، علوم جدیدہ کا حصول، قومی وملکی آزادی کا شعور، سیاسی و ملکی امور میں مسلمانوں کے حقوق کا تعین اور اس کی حفاظت اور سب سے بڑھ کر اردو زبان وادب کا فروغ۔ یہ سرسید تحریک کے بنیادی مقاصد تھے۔

سرسید احمد خان کی تحریک کے ہمہ گیر اثرات تھے ہر شعبۂ زندگی اور صنف ادب پر اس کے اثرات مرتب ہوئے۔ خاص طور پر ناول نگاری کی صنف میں ڈپٹی نذیر احمد علامہ راشد الخیری وغیرہ نے سرسید تحریک کے اصلاحی مقاصد کے تحت ناول لکھے۔ معاشرتی اصلاح اور خواتین کی اصلاح ان ناولوں کا معیار اور مقصد تھی۔ ان ناولوں میں اس زمانے کے حالات، سماجی زندگی کی مشکلات، مسائل اور تعلیم وتربیت کی اہمیت کو پیش کرنا تھا۔ وہ معاشرہ بنیادی طور پر ایک روایت پسند معاشرہ تھا

جس میں پرانی اقدار کو حرز جاں بنا کر رکھا جاتا تھا۔ خواتین کے معاملے میں وہ معاشرہ ابھی تک فرسودہ خیالات کا حامل تھا۔ نذیر احمد نے خاص طور پر تعلیم نسواں کے لیے ان ناولوں کو ذریعہ بنایا۔ وہ طبقہ نسواں میں تعلیم کی اہمیت اجاگر کرنا چاہتے تھے اور ان کی ظاہری و باطنی سیرتوں کی اصلاح چاہتے تھے۔ گھریلو زندگی میں ان کی فہم وفراست کے قائل تھے۔ اس وقت تعلیم نسواں کے تصورات ہندوستان میں خیالات کی تبدیلی کا باعث بن رہے تھے۔ اس دور میں جب خواتین نے ناول لکھنے کا آغاز کیا تو ان کے سامنے نذیر احمد کے اصلاحی ناول تھے۔ ابتدائی خواتین ناول نگار اس سے متاثر تھیں۔ اس دور میں خواتین کے لیے ناول اور افسانے لکھنا کسی حد تک معیوب سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے خواتین ادیب فرضی ناموں سے لکھا کرتی تھیں۔ خواتین کی افسانوی ادب میں شمولیت انیسویں صدی کی آخری دہائی میں ہوتی ہے۔ اس وقت سرسید تحریک کے زیر اثر نیا نظام زندگی ہندوستان میں جنم لے چکا تھا۔ سماجی، سیاسی، تہذیبی، اخلاقی، تعلیمی اور ادبی سطح پر تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں۔ آزادی نسواں کی تحریک جو ایشیاء تک پہنچ چکی تھی اس کے اثرات بھی پڑ رہے تھے اور پھر ڈپٹی نذیر احمد اور راشد الخیری کے ناولوں نے ایک نیا راستہ اپنایا بقول امۃ الباری:

> عورتوں کی وکالت کا جو کام نذیر احمد اور ان سے متاثر ہو کر دوسرے مردوں نے اپنایا تھا اسے عورتوں نے خود شروع کیا اور اس طرح وہ قصے سامنے آنا شروع ہوئے جنھیں ناول کی ابتدائی اور خام صورت کہنا چاہیے۔[(۱)]

ان خواتین نے خواتین کے مسائل پر اور ان کی اصلاح کے لیے ناول لکھے اور اس کا حق ادا کر دیا۔ بیسویں صدی کے ابتدائی حصے میں تعلیم یافتہ خواتین نے اس ضمن میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا، خواتین پر ہونے والے ظلم اور ناانصافیوں پر قلم اٹھایا۔ تعلیم نسواں کی اہمیت اور پردے کی بے جا پابندیوں کو موضوع بنایا۔ اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کی۔ مختلف رسائل مثلاً تہذیب نسواں، خاتون اور عصمت جاری ہوئے۔ متعدد اصلاحی انجمنیں بھی قائم ہوئیں یعنی سرسید کی اصلاحی تحریک آزادی نسواں اور حقوق نسواں کی تحریکوں کے ساتھ ہی خواتین ناول نگاروں نے پورے شعور کے ساتھ قدم رکھا اور اسے اصلاح کا بہترین ذریعہ جانتے ہوئے اس رجحان کو عام کیا۔ خواتین کے مسائل اور ان کی اصلاح کے ساتھ ساتھ ان کے احساسات و جذبات، نفسیات، کیفیات اور زبان و بیان کی بھی کئی جہات سامنے آتی ہیں۔

> اردو کی پہلی ناول نگار خاتون رشیدۃ النساء ہیں۔ ڈاکٹر وقار عظیم نے اپنے مقالے ''اصلاح النساء ۱۸۸۱ء کا ایک ناول'' میں بھی اسے خواتین میں سب سے پہلا لکھا جانے والا ناول قرار دیا۔[(۲)]

رشیدۃ النساء نے نسوانی معاشرت کی اتنی بھرپور عکاسی کی ہے کہ ان کے زور بیان قوت مشاہدہ کی بے ساختہ تعریف کرنے کو دل چاہتا ہے۔ ڈاکٹر سید مظفر اقبال اپنی کتاب ''بہار میں اردو نثر'' میں لکھتے ہیں کہ:

اصلاح النساء کا موضوع اور مقصد اس کے نام سے ظاہر ہے مصنفہ نے دیباچہ میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ چند عورتوں نے مسلم گھرانوں میں عورتوں کی جہالت اور بے ہودہ رسوم کا ذکر ان سے کیا اور جب انھوں نے ان باتوں کا تجزیہ منطقی انداز میں کیا تو لوگوں نے بہت تعریف کی اور ان سے فرمائش کی کہ ان باتوں کو نصیحت کے طور پر لکھ ڈالیں۔ (۳)

رشیدۃ النساء خود اس ناول کے بارے میں لکھتی ہیں کہ:

ہم کو بھی خیال ہوا کہ ایسی کتاب لکھیں جس میں ان رسموں کا بیان ہو جس کے باعث صدہا گھر تباہ ہو گیا اور جو باعث فضول خرچ اور فساد ہے۔ (۴)

اس ناول کے لکھنے کا مقصد یہی تھا کہ ہندوستانی عورتوں اور بچیوں کی خصوصاً اخلاقی، ذہنی اور معاشرتی تربیت کی جائے اور مشرقی تہذیب کے پس منظر میں ان مسائل کو موضوع بنایا جائے جو اس وقت درپیش تھے۔ کم علمی اور جہالت کی وجہ سے پیروں، فقیروں، تعویز گنڈوں پر عورتیں اندھا اعتقاد رکھتی تھیں۔ جس کے اثرات ہندوستان کی قومی حالت پر پڑ رہے تھے۔ سرسید بھی اپنے کئی مضامین میں فضول معاشرتی رسموں کی مذمت کر چکے تھے اور قوم کو ان رسم و رواج کی پابندی کے نقصانات سے آگاہ کر چکے تھے۔ یہ خواتین نئی ہونے والی تبدیلیوں کو قبول کرنے سے گریزاں تھیں۔ نئی تعلیم کو خرابیوں کا باعث سمجھتی تھیں۔ بے عقلی اور کم علمی نے زندگیوں کو عذاب بنا دیا تھا۔ عورت جو گھر میں محدود محض گھر کے کام کاج اور بچوں کے مسائل میں الجھی رہتی۔ اس کی سوچ بھی اس دائرے میں گھومتی۔ رشیدۃ النساء نے بھی اصلاح النساء میں مسلم گھرانوں کی بے ہودہ رسومات و توہمات کا خاتمہ کرنے کا شعور بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔

ایک بار شادی کے موقع پر مامائیں جب بلند آواز میں اللہ میاں کا گیت گاتی ہیں تو یہ کفر اور شرک کے کلمات سن کر ناول کا ایک کردار کریمن سے رشیدۃ النساء نے یوں مذمت کرائی ہے۔

کریم النساء آہستہ سے بولی کہ جب تم کو دین و ایمان کی خبر نہیں تو اللہ میاں کو کوٹھے پر بٹھاؤ جو چاہو بناؤ اور جا کر سو رہیں۔ (۵)

وزیرن کا کردار مصنفہ نے ایسی عورتوں کو سامنے رکھ کر تخلیق کیا جو جاہل اور توہم پرست عورتوں کو چکنی چپڑی باتوں میں پھنسا کر انھیں جھوٹے پیروں فقیروں کے دام میں لے آتی ہیں اور ان سے مال بٹورتی ہیں۔ اسی طرح جہیز کے مسئلے کو بھی انھوں نے بڑی دل سوزی سے چھیڑا ہے اور اس رسم کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ اصلاح النساء میں عورتوں کی قدامت پسندی اور اس کے نقصانات کا بیان ہے۔ بیگم بسم اللہ ہر کام کے لیے نذر دینا اور ٹونے ٹوٹکے کا سہارا لیتی ہے۔ ہر بات پر پیر سے مشورہ لیا جاتا ہے۔ بچے کی پیدائش پر زائچہ بنوایا جاتا اور فال لکھوائی جاتی اس پر ہزاروں روپے خرچ کیے جاتے۔ بچے کی

بیماری پر بھی تعویذ گنڈے کا سہارا لیا جاتا ہے اس کا علاج نہیں کروایا جاتا۔

رشیدۃ النساء کے ساتھ ہی ان کی ایک ہم عصر محمدی بیگم کا نام نظر آتا ہے جو تہذیب نسواں کی ادارت بھی کرتی تھیں۔ انھوں نے بھی خواتین کی اصلاح اور گھریلو امور میں تربیت کے لیے ناول لکھے، ان کے ناولوں میں صفیہ بیگم، آج کل اور شریف بیٹی شامل ہیں۔ ''صفیہ بیگم'' میں محمدی بیگم نے مسلمان گھرانوں میں ہندو معاشرت کے میل جول سے پیدا ہونے والی رسم بچپن کی منگنی کے برے نتائج کو بیان کیا ہے۔ یہ ایک خلاف شریعت اور سماجی برائی کے طور پر سامنے آتی ہے۔ مصنفہ نے صفیہ بیگم کی صورت میں ہندوستان کے مسلم گھرانوں کی ہزاروں لڑکیوں کی ترجمانی کی ہے جو خاندانی روایتوں اور غلط رسموں کی قربان گاہ پر قربان کر دی جاتی ہیں۔ مصنفہ نے بڑی روشن خیالی کا مظاہرہ کیا ہے اور شادی بیاہ کے معاملات میں لڑکیوں کی پسند، رائے اور مرضی کو اہمیت دی ہے۔ اس دور میں خاتون کا ناول شوکت آرا (۱۹۱۷ء)، ا۔ض۔حسن بیگم کا ناول ''روشنک بیگم'' (۱۹۲۰ء)، ضیا بانو کے ''فغانِ اشرف''، ''فریبِ زندگی'' اور ''انجامِ زندگی'' (۱۹۲۵ء) شائع ہوئے۔ عباسی بیگم کا ناول ''زہرہ بیگم'' (۱۹۳۵ء)، حمیدہ سلطان مخفی کا ناول ''ثروت آرا بیگم'' (۱۹۴۲ء)، صغرا ہمایوں کا ''سرگزشتِ ہاجرہ'' (۱۹۲۹ء) بیگم شاہ نواز کا ''حسن آرا''، طیبہ بیگم کا ''حشمت النساء'' اور تراب علی سدید کا ''بیاضِ سحر'' وغیرہ اہم ناول ہیں۔ یہ ناول معاشرے کی بھلائی اور خصوصاً خواتین کی اصلاح و ترقی کے لیے لکھے گئے زیادہ تر کرداری ناول ہیں۔ سماجی وتہذیبی زندگی کی حقیقت پسندانہ عکاسی کی گئی۔ صاف ستھری اور عام روزمرہ بول چال کی زبان ان ناولوں کی خصوصیت ہے۔ مقصدیت کی وجہ سے کہیں ان ناولوں کی زبان بوجھل نہیں بلکہ ہر جگہ دلچسپ انداز بیان نظر آتا ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم، اصلاحِ معاشرہ، فرسودہ رسومات کا خاتمہ، معاشرتی پابندیاں، شادی کے بارے میں آزادی رائے، اولاد کی تربیت وغیرہ جیسے مسائل ان ناولوں میں پیش کیے گئے ہیں اور جدید تعلیم کے بھی فوائد کئی جگہ بتائے گئے ہیں۔ خاص طور پر وہ رسومات جو پیدائش سے لے کر موت تک جاری رہتی ہیں ان کا موضوع ہے۔ اس دور کے لحاظ سے یہ خیالات بہت ترقی پسندانہ تھے۔ وقار عظیم لکھتے ہیں کہ:

> یہ عکس جس کامیابی اور خوب صورتی سے عورتوں کے لکھے ہوئے ان قصوں اور ناولوں میں نمایاں کیا گیا ہے اتنا مجموعی حیثیت سے مردوں کے لکھے ہوئے ناولوں میں نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مظاہر بڑی حد تک گھر کی چار دیواری میں پروان چڑھے اور زندگی کی آخری سانسیں لے رہے ہیں۔ ان پر عورتوں کی نظر زیادہ ہے کہ انھیں قریب سے دیکھنے کا موقع ملتا ہے اور اس کی اچھائیوں اور برائیوں سے ان ہی کی زندگی متاثر بھی ہوتی ہے۔[(۶)]

ان ناولوں میں مشرق ومغربی تہذیب کا تصادم بھی دکھائی دیتا ہے۔ مٹتا ہوا جاگیردارانہ نظام بھی نظر آتا ہے۔ اکبری بیگم کے ناول بھی اس ابتدائی دور میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ گل دستہء محبت، عفت نسواں، شعلہء پنہاں اور گوڈر کا لال جو

سب سے زیادہ مشہور ہوا اورلڑکیوں کو جہیز میں دیا جانے لگا۔ یہ ناول سات سو اٹھائیس صفحات پر مشتمل ہے اورنہایت ترقی یافتہ خیالات کا اظہار ہوتا ہے۔ پردے کی سخت پابندی کے خلاف احتجاج ملتا ہے اورلڑکیوں کے لیےمخلوط تعلیم کا تصور بھی پہلی بار ملتا ہے۔ اسکی ہیروئن ثریا جبیں لڑکوں کے ساتھ ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرتی ہے۔ معاشرتی اصلاح پر مبنی اس ناول میں چھوٹے چھوٹے مسائل پر قلم اٹھایا گیا ہے۔ اس وقت کے اعلیٰ اور متوسط طبقے کے مسلمانوں معاشرے اورعورتوں کی زندگی کے تمام اہم پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے، معاشرے کی چھوٹی چھوٹی برائیوں پر توجہ دی گئی ہے جو گھر خاندان اور معاشرے کو تباہ کر دیتی ہیں۔تعلیم کے ساتھ تربیت پر زور دیا ہے۔ کثرت ازدواج کے مسئلے کوقرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ شادی بیاہ کی فضول رسموں کی بھی مذمت کی گئی ہے۔ ناول کی زبان سادہ ہے جو ترسیل اور ابلاغ کا کام دیتی ہے۔

صغرا ہمایوں نے چودہ ناول لکھے جن میں سوہنی، زہرا اور سرگزشت ہاجرہ بہت مشہور ہوئے۔صغرا ہمایوں عورتوں کی تعلیم وتربیت کوسب سے اہم گردانتی تھیں۔

تراب علی سدید کا ناول بیاض سحر میں بدلتے ہوئے ہندوستان کی زندگی کی عکاسی ہے۔ یہ ناول بھی مقصدی اور اصلاحی ہے۔لڑکیوں کی تعلیم، آزادی رائے،تعلیم وتربیت اورفضول رسومات کی بیخ کنی جیسے موضوعات ہیں۔ان کا لب ولہجہ آسان اور اثر آفرین ہے انھوں نے توحید، رسالت، انبیاے کرام اور مسلم تہذیب وتمدن کے ساتھ ہندوعقائد کوبھی پیش کیا ہے جو ان کی مذہبی وسیع النظری کو ظاہر کرتے ہیں۔ فاطمہ بیگم کے صبر کا پھل، کرنی کا پھل، وفائے مغرب، لالچ کا شکار اور غیرت کی پتلی اصلاحی نقطہ نظر کے حامل یہ ناول حقیقت پسندانہ فکر کو ابھارتے ہیں۔ یہ ناول اس دور کی خواتین کے لکھے ہوئے ہیں جو سماجی پابندیوں میں رہنے کی وجہ سے مردوں کی طرح مشاہدہ اورتجربہ نہیں رکھتی تھیں لیکن جب انھوں نے ناول لکھے تو بھرپور استعداد کا مظاہرہ کیا۔ نذر سجاد حیدر آزادی نسواں کی علم بردار کے طور پر نظر آتی ہیں۔انھوں نے دنیائے نسائیت کونئی فضا سے آشنا کیا۔ اصلاحی روشن خیالی ان ناولوں کا اہم جز ہے۔جس کے ذریعے انھوں نےمسلم معاشرے کی خواتین کو جہالت اور گمراہی سے باہر نکالنے کی کوشش کی۔انھوں نے اپنے ناولوں کے ذریعے معاشرے میں عورت کی حیثیت اوراس کی اہمیت کو باور کرایا۔ان کے ناولوں نے خواتین کی شعوری بیداری میں اہم حصہ لیا۔ان کے ناولوں میں اختر النساء(۱۹۱۰ء)، جاں باز (۱۹۳۵ء)،آہِ مظلوماں (۱۹۱۴ء)،ثریا (۱۹۳۰ء)، نجمہ(۱۹۳۹ء) شامل ہیں۔

ان کے ناولوں میں عورتوں کی فلاح و بہبود اور معاشی ترقی کا بھی واضح رجحان محسوس ہوتا ہے۔انھوں نے جدید زندگی اور اس کے متعلقات کو ناول کا حصہ بنایا۔ان کے ناول بہت مقبول ہوئے۔ان ناولوں نےعورتوں میں رائج بہت سے توہمات، فرسودہ خیالات اور بے ہودہ رسوم رواج کوختم کرنے اور حقائق زندگی کو اپنانے کا سلیقہ پیدا کیا۔علمی، تہذیبی اور معاشرتی سطح پر ان کے ناول ان کے پختہ شعور اور وسعت نظری کا روشن ثبوت ہیں۔

ان کے ناول اس وقت کے ہندوستان کے عکاس ہیں جب مغرب کے اثرات ہندوستانی تہذیب، معاشرت اور

اخلاق پر بھرپور طریقے سے اثر انداز ہورہے تھے۔ وہ بھی بدلتے ہوئے حالات کو سمجھ رہی تھیں اور اس خیال کی حامی تھیں کہ بدلتے ہوئے وقت کی نزاکت کو سمجھنا اور اس کے تقاضوں کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے وہ قدیم وجدید اقدار کی ہم آہنگی چاہتی تھیں۔ ان کے ناولوں میں مغربی اثرات واضح نظر آتے ہیں، وہ مستقبل کے روشن امکانات کو بھی مدنظر رکھتی تھیں۔ وہ ناولوں کے ذریعہ طبقہ نسواں کے شعور کو بیدار کرنا چاہتی تھیں۔ علامہ راز ق الخیری لکھتے ہیں کہ:

> اگر یہ بحث چھڑے کہ خود عورتوں میں کس نے سب سے پہلے اپنی جنس کی مظلومیت اور بے چارگی پر آنسو بہائے اور ان کے شرعی حقوق کے حصول کی انتھک کوشش کی۔ عظیم المرتبت بلند پایہ لکھنے والیوں میں اردو کی کون سے مصنفہ ہے جس کی ساٹھ برس کی تحریروں میں کتنا ہی تلاش کیا جائے مشرقی شرافت کے خلاف کوئی ایسا لفظ نہ نکلے گا جس سے نسوانی وقار مجروح ہوتو ان سوالوں کے جواب میں صرف ایک نام لیا جائے گا نذر سجاد حیدر کا۔(۷)

بحیثیت مجموعی اس ابتدائی دور کی ناول نگار خواتین کے صاف ستھرے مقصدی اور اصلاحی نوعیت کے یہ ناول اپنے عہد کی ہو بہو معاشرتی تصویر کشی کرتے ہیں۔ ان ناول نگار خواتین نے مشرقی تہذیب کو ترک کر کے مغربی تہذیب کو اپنانے کا پرچار نہیں کیا بلکہ ایک درمیانی راستہ اختیار کیا مٹتی ہوئی تہذیبی قدریں اور معاشرتی اقدار ان ناولوں میں منعکس ہوتی ہیں۔ سرسید تحریک کی حقیقت پسندی کو ان خواتین نے بہتر طور پر سمجھا اور زبان کے سادہ وسلیس انداز کو عام کرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔ ان میں خلوص اور سادگی نظر آتی ہے۔ تخیلی افسانوں اور داستانوی عشق ورومان کی فضا کا جس میں گذر نہیں۔ یہ ناول کے فن کے تمام عناصر مثلاً کردار نگاری، واقعہ نگاری، بیان کی دل کشی اور زبان کے اعتبار سے ایک منفرد انداز رکھتے ہیں۔ سرسید احمد خان چاہتے تھے کہ جو بات دل سے نکلے وہ دل میں اترے۔ یہی بات ان ابتدائی خواتین ناول نگاروں کے ناولوں میں موجود ہے۔ اخلاقیات کا خیال رکھا گیا ہے۔ کسی قسم کا ابتذال نہیں۔ تہذیب کا رچاؤ، معاشرت کا سبھاؤ، زبان کی شیرینی اور اسلوب کی پاکیزگی ہے۔ سادہ نویسی سرسید کے اسلوب کی تقلید کی بدولت ہے۔ جو کام سرسید نے اپنے رسالے تہذیب الاخلاق سے لیا وہی ان خواتین نے اپنے ناولوں سے لیا۔ ڈاکٹر نیلم فرزانہ ان ناولوں کے حوالے سے لکھتی ہیں کہ:

> زبان کی سطح پر بھی خواتین کے ناول کم تر نہیں ہیں۔ جا بجا خطابت اور واعظانہ انداز تحریر سے قطع نظر ان کی زبان میں کسی طرح کا ضعف نہیں ہے۔ ان کی زبان صاف ستھری، ترقی یافتہ ادبی زبان ہے، جبکہ خواتین کے ناولوں کا یہ امتیازی وصف ہے کہ انھوں نے خالص گھریلو الفاظ اور خواتین کے روزمرہ اور محاروں کو نہایت خوبی سے استعمال کیا ہے۔(۸)

ابتدائی خواتین ناول نگاروں نے ادب اور زندگی کے رشتے کو سمجھا اور ادب کے ذریعہ زندگی میں اصلاح کی کوششیں کیں۔ ان ناولوں میں مقصدیت اور عقلیت کی فضا ملتی ہے۔ جذباتیت نہیں اور سرسید احمد خان ادب کو انھی خطوط پر استوار کرنا چاہتے تھے۔ سرسید تحریک کے مقاصد اور سادہ وسلیس نثر کی پیروی کر کے ان ناول نگار خواتین نے اسے ایک شجر سایہ دار بنادیا۔

حواشی

(۱) امۃ الباری، اردو کی ناول نگار، (مقالہ)، خواتین پنجاب یونیورسٹی، بحوالہ اردو کی ناول نگار خواتین، مصنفہ ڈاکٹر جاوید اختر، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء)، ص ۱۲

(۲) بحوالہ ڈاکٹر سلیم اختر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء)، ص ۴۱۱

(۳) ڈاکٹر مظفر اقبال، بہار میں اردو نثر کا ارتقا، (پٹنہ: کتاب خانہ، تر پولیا، ۱۹۸۰ء)، ص ۳۰۰۔۳۰۱

(۴) رشیدۃ النسا، اصلاح النسا، (کراچی: روشن خیال، ۲۰۰۰ء)، ص ۴۳

(۵) ایضاً، ص ۶۶

(۶) ڈاکٹر وقار عظیم، عورتوں کے ناول، ماہ نامہ عصمت، کراچی، جولائی ۱۹۵۸ء، ص ۳۱۶

(۷) علامہ رازق الخیری، ماہ نامہ عصمت کراچی، دسمبر ۱۹۴۷ء، ص ۲۵

(۸) ڈاکٹر نیلم فرزانہ، اردو کی خواتین ناول نگار، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۲ء)، ص ۲۳

مآخذ

(۱) اختر، سلیم، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء

(۲) اقبال، مظفر، ڈاکٹر، بہار میں اردو نثر کا ارتقا، پٹنہ: کتاب خانہ، تر پولیا، ۱۹۸۰ء

(۳) امۃ الباری، اردو کی ناول نگار، (مقالہ)، خواتین پنجاب یونیورسٹی، بحوالہ اردو کی ناول نگار خواتین، مصنفہ ڈاکٹر جاوید اختر، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۷ء۔

(۴) رشیدۃ النسا، اصلاح النسا، کراچی: روشن خیال، ۲۰۰۰ء۔

(۵) فرزانہ، نیلم، ڈاکٹر، اردو کی خواتین ناول نگار، لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۲ء۔

رسائل وجرائد

(۱) عصمت کراچی، دسمبر ۱۹۴۷ء

(۲) ______، جولائی ۱۹۵۸ء